ایک حدیث پر اعتراض اور اس کا جواب

جناب احمد عبدالعزیز صاحب استاذ معاشیات، ورنگل کالج، ہنمکنڈہ اپنے ایک عنایت نامے میں تحریر فرماتے ہیں :-

"میں نے تجرید البخاری مؤلفہ علامہ حسن بن مبارک متوفی ۸۹۰ھ کے اردو ترجمہ میں جو فیروز الدین صاحب نے لاہور سے شائع کیا ہے، صفحہ (۸۱) پر ایک حدیث کا مطالعہ کیا ہے جو حسب ذیل ہے:

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے پاس ایک ہی ساعت کے اندر رات اور دن میں دورہ کر لیتے تھے اور وہ گیارہ تھیں۔ (ایک روایت میں آیا ہے کہ نو تھیں) حضرت انس سے پوچھا گیا کہ کیا آپ ان سب کی طاقت رکھتے تھے۔ وہ بولے ہم تو کہا کرتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کی قوت دی گئی ہے۔

جناب والا سے میں توقع رکھتا ہوں کہ براہ کرم مذکورۂ بالا حدیث کی صحت پر روشنی ڈالیں۔ کیا یہ امر واقعہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی ساعت کے اندر اپنی جملہ ازواج مطہرات سے مقاربت کی ہے؟ اور اگر مقاربت کی ہے تو حضرت انس کو کس طرح اس کا علم ہو گیا؟ کیا حضور نے حضرت انس سے اس مقاربت کا ذکر فرمایا؟ یا ازواج مطہرات میں سے کسی نے اس ازدواجی تعلق کا راز فاش کیا؟ یا حضرت انس کو آنحضرت کی خلوت کا ہر وقت علم ہوتا رہتا تھا؟ یا حضرت انس خود اس خلوت کا علم حاصل کرنے کی کھوج میں لگے رہتے تھے؟ آخر حضور کو اس قدر عجلت مقاربت کی کیا ضرورت درپیش تھی جب کہ آپ کی

باریاں مقرر تھیں؟ اور کیا بوقت واحد اس قدر کثرت مقاربت سے حضور کی صحت و توانائی پر کچھ بھی اثر نہ پڑتا تھا؟

براہ کرم مندرجہ بالا استفسارات کے جوابات عنایت فرما کر ممنون فرمایا جائے۔"

اس سوال کا جواب خط کے ذریعے دیا جا سکتا تھا۔ مگر حال میں دیوبند کے ایک فاضل بزرگ نے اپنے ایک مضمون میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت ازواج پر مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے اس حدیث سے استدلال کیا تھا، اور اس پر شمالی ہند کے بعض رسالوں میں بہت تلخ اور حدِ تہذیب و شرافت سے گذری ہوئی نکتہ چینی کی گئی تھی، اس لیے ہم اس سوال کو رسالے میں درج کر کے اس کا جواب دے رہے ہیں تاکہ اگر دوسرے لوگوں کے دلوں میں بھی اس پر کچھ شکوک ہوں تو ان کا ازالہ ہو جائے۔

یہ حدیث بخاری میں دو جگہ نقل کی گئی ہے۔ ایک کتاب الغسل میں باب اذا جامع ثم عاد ومن دار علی نساءہ فی غسل واحد کے تحت۔ دوسرے کتاب النکاح میں باب من طاف علی نسائہ فی غسل واحد کے تحت۔ پہلے باب کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدور علی نسائہ فی الساعۃ الواحدۃ من اللیل والنہار وھن احدی عشرۃ۔ قال قلت لانس (وکان یطیقہ، قال کنا نتحدث انہ اعطی قوۃ ثلاثین۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات اور دن میں اپنی بیویوں کے پاس ایک ہی وقت میں ہو آتے تھے، اور وہ گیارہ بیویاں تھیں۔ قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے انس سے کہا کیا آپ میں اتنی طاقت تھی، انس نے جواب دیا ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ حضور کو ۳۰ مردوں کی قوت عطا کی گئی ہے۔

دوسرے باب میں سعید بن ابی عروبہ، قتادہ کے حوالہ سے حضرت انس کی یہ حدیث بیان

کرتے ہیں کہ :-

ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان یطوف علی نسائِہٖ فی اللیلۃ الواحدۃ ولہٗ یومئذٍ تسع نسوۃ - نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے پاس ایک ہی رات میں چکر لگا لیتے تھے اور اس زمانہ میں آپ کی نو بیویاں تھیں۔

دونوں حدیثوں سے مقصود صرف یہ بیان کرنا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک سے زائد مرتبہ مباشرت کرے تو ہر بار غسل کرنا لازم نہیں ہے، بلکہ سب کے لیے ایک ہی غسل کافی ہو سکتا ہے رہا ازواج مطہرات کا نو یا گیارہ ہونا اور حضور کا ان سب کے پاس شب باش ہونے کی طاقت رکھنا، تو اس کا ذکر محض ضمناً آگیا ہے۔ اسی لیے امام بخاری نے دونوں جگہ ترجمۃ الباب میں غسلٍ واحدٍ لکھا ہے۔ نسائی نے بھی باب اتیان النساء قبل احداث الغسل میں حضرت انس سے اسی مضمون کی دو روایتیں نقل کی ہیں۔ ایک میں طاف علی نسائِہٖ فی لیلۃٍ بغسلٍ واحدٍ ہے۔ یعنی ایک رات آپ نے اپنی بیویوں کے پاس چکر لگایا اور صرف ایک مرتبہ غسل فرمایا۔ دوسری حدیث میں ہے کان یطوف علی نسائِہٖ فی غسلٍ واحدٍ۔ یعنی آپ اپنی بیویوں کے پاس ہو آتے تھے اور پھر ایک بار غسل فرماتے تھے۔

ابو داؤد نے ایک حدیث بابٌ فی الجنب یعود میں نقل کی ہے جس میں طاف ذات یومٍ علی نسائہٖ فی غسلٍ واحدٍ ہے یعنی ایک روز آپ نے اپنی بیویوں کے پاس چکر لگایا اور پھر ایک مرتبہ غسل کیا۔ اس کے بعد حضرت ابو رافع سے یہ حدیث نقل کی ہے:-

طاف ذات یومٍ علی نسائہٖ یغتسل عند ھٰذا و عند ھٰذا۔ قال فقلت یا رسول اللہ الا تجعلہ غسلاً واحداً ایک روز حضور نے اپنی بیویوں کے پاس چکر لگایا اور ہر ایک کے ہاں الگ غسل کیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ایک ہی غسل کیوں نہیں فرماتے۔ حضور نے

قال هذا ازکی واطیب واطهر۔ فرمایا یہ زیادہ پاکیزہ اور صاف ستھرا طریقہ ہے۔

پھر ایک حدیث حضرت ابوسعید خدری سے نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

اذا اتی احدکم اهله ثم یدالہ ان یعاود فلیتوضأ بینهما وضوءً جو شخص تم میں سے اپنی بیوی کے پاس جائے پھر دوبارہ مقاربت کرنا چاہے تو دونوں مقاربتوں کے درمیان وضو کرے۔

یہی حدیث ترمذی نے بھی ابواب الطہارت میں نقل کی ہے۔ ان تینوں قسم کی حدیثوں کو جمع کرنے سے مسئلہ یہ نکلتا ہے کہ اعادۂ مقاربت کی صورت میں زیادہ پاکیزہ طریقہ یہ ہے کہ ہر بار جداگانہ غسل کیا جائے اگر یہ نہ ہوسکے تو کم از کم وضو کرلیا جائے لیکن ایسا کرنا واجب نہیں ہے۔ دو یا زائد مقاربتوں کے بعد صرف ایک مرتبہ غسل کرلینے سے بھی شرط طہارت پوری ہوجاتی ہے۔

اب شبہات کو دل میں جگہ دینے سے قبل حسب ذیل امور کو ذہن نشین کرلیجئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی قوم میں مبعوث ہوئے تھے جو تہذیب و تمدن کے ابتدائی درجہ میں تھی۔ آپ کے سپرد اللہ تعالیٰ نے صرف یہی کام نہیں کیا تھا کہ ان کو عقائد صحیحہ کی تعلیم دیں بلکہ یہ خدمت بھی آپ کے سپرد تھی کہ ان کو انسان بنائیں، شایستہ اخلاق، پاکیزہ معاشرت، مہذب تمدن، نیک معاملات اور عمدہ آداب کی تعلیم دیں، اور ہر حیثیت سے ان کی زندگی سنوار دیں۔ یہ مقصد محض وعظ و تلقین اور قیل و قال سے پورا نہیں ہوسکتا تھا۔ ۲۳ سال کی مختصر مدت حیات میں ایک پوری قوم کو وحشت کے اسفل مقام سے اٹھا کر تہذیب کے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچا دینا اس طرح ممکن نہ تھا کہ محض چند لگے بندھے اوقات میں ان کو بلا کر کچھ زبانی ہدایات دیدی جاتیں۔ اس کے لیے ضرورت تھی کہ آپ انسانیت کا ایک مکمل نمونہ بن کر اپنی پوری زندگی کو ان کے لیے سراسر ہدایت اور مجسم رہنمائی بنا دیتے۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ یہ آپ کا انتہائی ایثار تھا کہ آپ نے

اپنی حیات طیبہ کے ہر شعبے کو قوم کی تعلیم کے لیے پبلک کر دیا، اور اس میں کسی چیز کو بھی پرائیویٹ نہ رکھا، حتیٰ کہ ان معاملات کو بھی جنھیں ہر شخص پرائیویٹ رکھنا چاہتا ہے۔ آپ نے لوگوں کو اجازت دی کہ وہ رفتار میں، گفتار میں، نشست و برخاست میں، سونے اور جاگنے میں، خانگی معاشرت میں، عبادات اور معاملات میں، غرض ہر چیز میں آپ کے عمل کو دیکھیں، دیکھنے والوں سے سنیں، جاننے والوں سے پوچھیں، خود آپ سے دریافت کریں اور اپنی زندگی کو اس مثالی زندگی کے نمونے پر ڈھالنے کی کوشش کریں۔ آپ کی ازواج مطہرات کو بھی عام اجازت تھی کہ خلوت میں آپ کا جو کچھ طرز عمل دیکھیں اس سے عورتوں اور مردوں سب کو آگاہ کریں، تاکہ لوگوں کی صرف ظاہری زندگی ہی نہیں، باطنی اور مخفی زندگی بھی تہذیب و شائستگی اور طہارت و نفاست کے زیور سے آراستہ ہو جائے۔ اسی غرض کے لیے ازواج مطہرات نے حضور کی پرائیویٹ زندگی کے ایسے معاملات بھی لوگوں کو بتانے میں دریغ نہ کیا جن کو عام طور پر میاں اور بیوی کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور نہ کوئی گوارا کرتا ہے کہ لوگ اس کو جانیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس تعلیم میں آسانی پیدا کرنے کے لیے ازواج مطہرات اور افراد امت کے درمیان ماں اور بیٹوں کا رشتہ قائم کیا، اور ان کو افراد امت کے لیے حرام کر دیا، تاکہ مائیں اپنے بیٹوں سے کھل کر بات چیت کریں، اور ان کے روحانی باپ کی حرکات و سکنات میں سے ہر چیز کو ان کے سامنے تقلید و تاسی کے لیے، حدود حلال و حرام کی واقفیت کے لیے، پاک اور ناپاک، شائستہ اور ناشائستہ کی تمیز کے لیے بیان کریں۔ پھر باوجودیکہ حضور طبعاً انتہا درجہ کے شرمیلے اور حیادار تھے، آپ نے تعلیم کے لیے حیا کے پردے کو اٹھا دیا اور ہر قسم کے معاملات میں اپنی روحانی اولاد کو، جن میں بیٹے اور بیٹیاں سب شامل تھے خود ہدایات دیں، ان کو اجازت دی کہ جو کچھ چاہیں پوچھیں، اور ان کو موقع دیا کہ آپ کے طرز عمل کو دیکھ کر معلوم کریں کہ ایک پاکیزہ اور مہذب اور شائستہ زندگی کیسی ہوتی ہے۔

اسی تعلیم کا ایک شعبہ طہارت جسم و لباس بھی تھا۔ اہل عرب تو خیر وحشی تھے آج جن قوموں کو تہذیب و تمدن کے آسمان پر متمکن ہونے کا دعویٰ ہے ان کا حال آپ کیا دیکھ رہے ہیں۔ غذا کے بعد منہ کی صفائی سے ناواقف، رفع حاجت کے بعد جسم کی طہارت سے نابلد، کھڑے کھڑے پیشاب کیا اور پتلون کے بٹن لگا لیے، کموڈ پر سے اٹھے اور ٹب میں اتر گئے۔ پھر تعلقات مرد و زن میں تو ان کی ناشائستگی اور بے حیائی اور ناپاکی اس حد سے گذری ہوئی ہے کہ شرفا کی صحبت میں اس کا ذکر بھی کیا جا سکے۔ یہ حال جب ان ترقی یافتہ قوموں کا ہے تو اس قوم کا کیا حال ہوگا جو تمدن کے بالکل ابتدائی درجہ میں تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے نہ صرف ان کے نفوس کا تزکیہ فرمایا، بلکہ ان کو طہارت جسم و لباس کے طریقے بھی سکھائے، ان میں پاکیزگی کا نفیس ذوق پیدا کیا، ان میں نجاست اور طہارت کی تمیز پیدا کی، زندگی بسر کرنے کے گندے گھناونے ناشائستہ اور بیہودہ طریقوں کو موقوف کر کے اپنے قول اور عمل سے ان کے مردوں اور ان کی عورتوں کو صفائی نفاست اور نظافت کے باقاعدہ آداب کا خوگر بنایا۔ اس کے لیے ناگزیر تھا کہ حضور خود اپنی پرائیویٹ زندگی کو ایک حد تک ان کے سامنے بے پردہ کر دیتے تاکہ وہ ان تمام آداب کو سیکھیں اور ان کی پیروی کریں۔ لوگ حدیث کی کتابوں میں امہات المومنین اور دوسرے صحابہ و صحابیات کی زبان سے اور خود حضور کی زبان سے اس قسم کے مسائل پڑھتے ہیں تو اعتراض جڑ دیتے ہیں کہ یہ باتیں خلاف حیا ہیں۔ لیکن وہ غور کریں تو ان کو معلوم ہو کہ درحقیقت ایک بہت بڑا ایثار تھا جو حضور نے محض اپنی امت کی خاطر گوارا فرمایا جس ذات پاک کی حیا کا یہ عالم تھا کہ اس کی شریک زندگی تک کو کبھی اسے برہنہ دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا، حتی کہ جس نے کبھی تنہائی میں بھی برہنہ ہونے کو پسند نہ کیا، اس نے محض اپنی امت کو شائستگی کی تعلیم دینے کے لیے اپنی بیویوں کو اجازت دی کہ اس کی پرائیویٹ زندگی کے مخفی سے مخفی واقعات تک کو

پبلک کر دیں اور اپنے خدام خاص کو موقع دیا کہ جہاں تک اندرونی حالات سے واقف ہو سکتے ہوں واقف ہوں، اور لوگوں تک ان حالات کو پہنچائیں۔ کیا یہ کوئی معمولی ایثار تھا؟ اور یہ اسی ایثار کا نتیجہ ہے کہ نہ صرف اہل عرب بلکہ دنیا کے کروڑہا کروڑ مسلمانوں کی پرائیویٹ زندگی، صفائی جسم اور طہارتِ لباس اور پاکیزگی اطوار، اور صنفی معاملات میں شائستگی و نظافت کے ایک عام ضابطہ کی پابند ہو گئی۔ ورنہ اگر ان معاملات کو محض شخصی ذوق اور تمیز پر چھوڑ دیا جاتا تو ہمارے اکثر افراد کا حال اپنی زندگی کے مخفی شعبوں میں جانوروں سے ملتا جلتا ہوتا، کیونکہ ان شعبوں کے متعلق انسان کی تعلیم و تربیت کا کوئی انتظام آج بھی دنیا میں کہیں نہیں ہے۔

یہ تو ان شبہات کا جواب ہے جو لائق مستفسر نے حضور کی پرائیویٹ زندگی کے اسرار سے حضرت انس کی واقفیت پر ظاہر کئے ہیں۔ اب ہم سوال کے دوسرے حصہ کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

جتنی حدیثیں ہم نے ابتدا میں نقل کی ہیں۔ ان میں سے بعض میں کان یطوف یا کان یدور کے الفاظ آئے ہیں جن کا مفہوم صرف یہ ہے کہ کبھی کبھار حضور کی ازدواجی زندگی میں ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ ایک رات میں تمام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ رہی یہ بات کہ آپ نے سب کے ساتھ ہم بستری بھی فرمائی تھی تو حدیث کے الفاظ اس باب میں صریح نہیں ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت انس نے ایسا قیاس کیا ہوگا جو ضروری نہیں کہ صحیح ہو۔ حضرت انس جب حضور کی خدمت میں داخل ہوئے ہیں تو دس سال کے بچے تھے، اور آپ کے وصال کے وقت انکی عمر ۲۰ سال کی تھی اس عمر کے ایک نوجوان کا قیاس ان معاملات میں چنداں قابل اعتبار نہیں۔ خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ ان کا اصل مقصد محض ایک

فقہی مسئلہ کی تحقیق تھا، نہ کہ نفس معاملہ کی کھوج لگانا۔ پھر یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ حضور کی ازواج مطہرات میں سے ایک یعنی زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا ۳ھ میں حضور سے بیاہی گئیں اور صرف دو تین مہینہ زندہ رہ کر انتقال فرما گئیں۔ دوسری بیوی حضرت سودہ ضعیف العمر تھیں اور اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے چکی تھیں۔ ان دو کو الگ کرنے کے بعد ۴ھ میں حضور کی صرف تین بیویاں تھیں۔ ۵ھ میں ایک کا اضافہ ہوا۔ ۶ھ میں ایک کا اور اضافہ ہوا۔ ۷ھ میں مزید تین ازواج حرم نبوی میں داخل ہوئیں۔ اس طرح آخر عمر میں حضور کی صرف آٹھ بیویاں ایسی تھیں جن کے ساتھ آپ کے شب باش ہونے کا گمان کیا جا سکتا ہے۔ اس سے بھی اس قیاس کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے جو مجملاً ۹ یا ۱۱ ازواج کے ساتھ ہم بستر ہونے کے متعلق قائم کیا گیا ہے۔

بدرجۂ آخر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضور نے اپنی زندگی کے آخری تین برسوں میں ۸ بیویوں کے ساتھ ایک ہی رات شب باشی کی۔ اگر یہ واقعہ بھی ہو، تو ایک ایسے تندرست اور صحیح القویٰ انسان کے لیے یہ امر کچھ بھی فوق العادہ نہیں جس نے تمام عمر تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کی ہو اور اپنے جسم کی قوتوں کو خیالات فاسدہ اور افعال قبیحہ میں کبھی ضائع نہ کیا ہو۔ یہ امر اگر تعجب انگیز ہو سکتا ہے تو ان کے لیے جنہوں نے جوانی میں اپنی قوتیں ضائع کیں اور بڑھاپا آنے سے پہلے بوڑھے ہو گئے۔ حضور ایک کامل انسان تھے۔ تمام قوتیں آپ کے اندر غایت درجہ کے اعتدال پر تھیں۔ ایک اعلیٰ درجہ کا دماغ رکھنے والے انسان میں رجولیت کی قوت کا بھی کمال درجہ پر ہونا ایک طبی حقیقت ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ پھر اس طاقت کی حفاظت آپ نے ایسی کی کہ ساری جوانی صرف ایک بیوی کے ساتھ گذار دی۔ اور کبھی آپ کی پرہیزگاری میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ پچاس کے لگ بھگ عمر میں آپ

اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے مخالفین کو چیلنج دیتے ہیں کہ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ ۔ میں تمہارے درمیان ایک عمر گذار چکا ہوں، کسی نے میرے کیرکٹر میں کوئی خرابی دیکھی ہو تو بتائے۔ مگر وہ جو حضور کی جان کے دشمن، خون کے پیاسے تھے، ان میں سے بھی کوئی یہ کہنے کی جرأت نہ کر سکا کہ محمد! فلاں موقع پر تم سے فلاں کمزوری سرزد ہوئی تھی۔ پس ایک طرف کمال رجولیت کے ساتھ اس پرہیزگاری کو دیکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ کا آخر عمر میں اتنی عورتوں کے ساتھ شب باشی پر قادر ہونا کوئی فوق العادہ بات نہیں ہے، اور دوسری طرف اس قدرت کے باوجود عہد شباب میں آپ کے کمال تقویٰ کو دیکھ کر ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ حضور کس قدر ضابط تھے اور اپنے نفس کو قابو میں رکھنے کی کتنی زبردست طاقت آپ نے پائی تھی۔

رہی وہ بات جو حضرت انس نے فرمائی ہے کہ آپ کو تیس یا چالیس مردوں کی قوت عطا کی گئی تھی، تو وہ نہ حضور کا کوئی قول ہے، نہ کوئی مستند بات۔ حضرت انس خود فرماتے ہیں کہ ہم آپس میں ایسا کہا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ اس وقت نوجوان تھے اور اپنے ہم عمر دوستوں ہی میں اس قسم کی گفتگو کرتے ہوں گے۔ عنفوان شباب میں عموماً لوگ رجولیت کی زیادتی کو خاص اہمیت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ پھر حضرت انس تو اُس زمانہ کی عربی سوسائٹی کے ایک نوجوان تھے جس میں رجولیت کی زیادتی انسانیت کا ایک قابل فخر جوہر سمجھی جاتی تھی۔ اگر انہوں نے اپنے محبوب آقا میں جس کی غیر معمولی شخصیت سے وہ بے حد مرعوب بھی تھے، اس فخر کے قابل چیز کا ادعا کیا تو یہ بالکل ایک امر فطری ہے۔ بڑے آدمیوں کے ساتھ ہمیشہ ایسا ہوا ہی کرتا ہے کہ جو لوگ ان کی غیر معمولی شخصیتوں سے بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں وہ ان کی ذات میں فوق البشری طاقتوں کے معتقد ہو جاتے ہیں۔ مگر ایسے معتقدات اس قابل نہیں ہوتے کہ ان کو حجت بنا کر ان پر استدلال کی عمارتیں کھڑی کی جائیں۔

حضرت انس نے تو صرف اسی قدر کہا کہ حضور کو ۳۰ یا ۴۰ مردوں کی طاقت عطا کی گئی تھی۔ اس سے کہیں بڑھ کر بعض دوسری روایتوں میں جن کو ابو نعیم اور احمد اور نسائی اور حاکم نے نقل کیا ہے یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ چالیس مرد جن کی قوت حضور کو عنایت کی گئی تھی دنیا کے نہیں بلکہ جنت کے مرد ہیں، اور جنت کے ہر مرد کو دنیا کے سو مردوں کے برابر قوت حاصل ہو گی۔ اس طرح چالیس کو سو سے ضرب دے کر حساب لگا لیا گیا کہ حضور میں چار ہزار مردوں کی قوت تھی۔ یہ سب باتیں خوش عقیدگی پر مبنی ہیں، اور ایسے لوگوں نے کہی ہیں جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت سے کمال درجہ متاثر ہو کر آپ کے اندر ایسی تمام فوق البشری طاقتوں کا اعتقاد رکھتے تھے جن کو نیک نیتی کے ساتھ وہ فخر کے قابل سمجھتے تھے۔ انہی باتوں کو ایک فاضل بزرگ نے، جن کے علم و فضل اور تقویٰ کا پورا پورا احترام ہمارے دل میں ہے اپنے ایک مضمون میں نقل کر دیا، اور استدلال کی عمارت اس طرح قائم کی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۴ ہزار مردوں کی طاقت رکھتے تھے، اور اس طرح ۱۶ ہزار بیویاں رکھنے کے مستحق تھے، مگر آپ نے صرف گیارہ بیویوں پر قناعت فرمائی۔ یہ بات اگرچہ حسن عقیدت کے رنگ میں کہی گئی تھی، لیکن ایسی بات خواہ کسی کے قلم سے اور کسی نیت سے نکلے، بہر حال ہم یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ اللہ کے نبی کی قوت باہ کا حساب لگانا مذاق سلیم پر بھی بار ہے، کجا کہ اس کو دشمنان اسلام اور متکلمین اور مذبذبین کے مقابلہ میں حجت کے طور پر لایا جائے اور ان کے سامنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کرشن اور ہندو دیوتاؤں کے رنگ میں پیش کر کے یہ امید کی جائے کہ اس قسم کی باتوں سے ان کے دلوں میں نور ایمان پیدا ہو گا۔ آنحضرت کی کثرت ازواج پر مخالفین کے اعتراضات کی تردید بہت سے قوی دلائل سے ہو سکتی تھی۔ ان سب کو چھوڑ کر یہ طرز استدلال اختیار کرنا یقیناً افسوس ناک ہے، خصوصاً ایسے زمانے میں جب کہ علم اور علماء کے دشمن ذرا ذرا سی لغزشوں کی